

انتقاد

اسلامی مذاہب و لادکالج جامعۃ قابوہ۔ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے۔

ناشر ملک برادری پبلیشرز۔ لاہولپور، پاکستان۔

شیخ محمد ابو زہرہ مصر کے مشہور عالم اور مصنف ہیں۔ اور ان کی بہت سی کتابوں کے اردو میں ترجمے ہو چکے ہیں، موصوف نے مصر کی وزارت تعلیم کے ادارہ اتفاقیتِ اسلامیہ کے فرمانیش پر ”المذاہب الاسلامیہ“ نام کی کتاب لکھی تھی۔ جس کا ذریعہ نظر کتاب اردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے مسلمانوں کے صرف ان مذاہب یعنی فرقوں سے بحث کی ہے۔ جو اعتقادات یا سیاست کے اختلافات کی پنا پر وجود میں آئے جہاں تک مسلمانوں کے فقیہی مذاہب کا تعلق ہے، ان پر موصوف نے ایک الگ کتاب مرتب کی ہے۔

کتاب کے شروع میں شیخ ابو زہرہ نے اعتقادی فرقوں کے ضمن میں اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ ”ان فرقوں کے مابین اعتقادی اعتبار سے کوئی جوہری فرق نہیں پایا جاتا۔ یہ فرق صرف اصل عقائد سے متعلق فروعات تک محدود ہے۔ سب فرقے مسلم تو حیدہ میں یک زبان ہیں۔ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ عقیدہ توحیدی عقائد اسلامی کا مغز و خلاصہ ہے۔ اور اس میں سب ایں قبلہ محدثین بخیال ہیں“

البستہ بہائی فرقے اور قادیانی فرقے کے باسے میر، مصنف کا کہنا ہے کہ یہ خارج ازاں اسلام ہیں۔ بہائی فرقے کے متعلق ان کے جذبات یہ ہیں ات پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد بہائی مذہب نے بڑا عروج حاصل کیا تھا۔ بہائیت اب بھی کہیں کہیں سزکمال رہی ہے۔ دینی نیترت کا تقاضا ہے کہ اس کو ملیا میٹ کر دیا جائے“

”قادیانی“ فرقے کا ذکر کرنے کے بعد مصنف نے آخر میں یہ تنبیہ بھالا ہے: ”بیشک قادیانیوں

کے انکار و آراء مسلمانوں کے اجتماعی عقائد کے خلاف ہیں مسلمان عہد نبوی سے لے کر آج تک اس بات کے معتقد رہے ہیں کہ نبی کریم قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں : اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں و:- ”مرزا صاحب کے اقوال دلائل سے موید ہیں اور نہ اسلامی اصول و مبادی سے ہم آبائگ ہیں۔ نظر بریں ان اقوال کے پیشیں نظر مرزا صاحب اسلامی حدود سے تجاوز کر گئے بہرحال مرزا صاحب کی تعلیمات کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں“

جبکہ ہم جانتے ہیں ”قادیانی“ یا ”احمدی“ جماعت اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان ”اجامی عقائد“ میں سے صرف نوعیت نبوت کے متعلق اختلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ”نظام النبیین“ ہونا احمدی بھی مانتے ہیں۔ اور بقول ان کے مرزا صاحب نے اپنے آپ کو جن معنوں میں نبی کہا اور نبوتِ محمدی کا ایک فیض اور ظہل ہے۔ چنانچہ خود شیخ ابو زہرا نے اس سے میں مرزا صاحب کا ایک اقتباس دیا ہے، جو یہ ہے:-

”اگر میں آپ کی امت میں سے نہ ہوتا اور آپ کے طریقہ کی پیروی نہ کرتا تو مکالمہ ربانی سے مشترک نہ ہو پتا۔ اگرچہ میرے اعمال پیاراؤں کے برابر ہوتے۔ اس لئے کہ نبوتِ محمدی کے سوا سب نبوت میں منقطع ہو چکی ہیں۔ لہذا آپ کے بعد کوئی صاحبِ تشريع نبی نہ ہو گا۔ البتہ غیر تشریعی نبی آسکتے ہیں۔ لیکن ان کا آپ کی امت میں ہونا ضروری ہے۔“

مرزا صاحب نے تشریعی نبوت اور غیر تشریعی نبوت کی جو تفہیم کی ہے اُس سے خواہ ہمیں لا کہ اختلاف ہو، لیکن اس سے یہ توثیبات نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب اور ان کے متبع احمدی، رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یادہ تو حید کے منکر ہیں، یا ان کا عقیدہ قرآن اور احادیث پر نہیں۔ بلکہ جہاں تک ہم جانتے ہیں، مرزا صاحب نے اپنی جماعت سے یہاں تک کہا تھا کہ وہ فقہ میں فقہ ختنی کی پابندی کریں۔

غرض نبوت کو اس طرح مانشے پر ہم انہیں بے شک موقول (تادیل کرنے والے) کہ سکتے ہیں جیسا کہ مولا تابو الكلام آزاد مرحوم کی مانع تھی، لیکن انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا جیسا کہ شیخ المذاہب منہ ولیا ہے ہمارے نزدیک نیا ڈتی ہے۔

ہاتھی مرزا صاحب نے اپنے مخالفین کے جواب میں جو کچھ لکھا اور مناظرہ و مجادلہ کے ذریعہ جو

سخت تامیں کہیں۔ یا ان کے بعد ان کی کسی نام بیوای جامعہ نے عام مسلمانوں کے متعلق جور دیر اختیار کیا۔ تو اس قسم کی مثالیں بھیں تاریخ اسلام میں بکثرت ملتی ہیں۔ خود مصنف نے اس کتاب میں خوارج کا حال بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور بتایا ہے کہ خوارج نہ صرف دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے، بلکہ ان کے نزدیک مسلمانوں کے خلاف جہاد کرنے بھی فرض تھا۔ چنانچہ ایک صد تک خوارج مسلمانوں کے خلاف بڑے پیار رہے، لیکن اس کے باوجود مصنف نے لکھا ہے:-

”..... لیکن صادق الایمان لوگوں نے کبھی ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا یہ دوسری بات ہے کہ انہیں گمراہ کہا ہو۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے اصحاب کو یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد کسی خارجی سے مقابلہ نہ کیا جائے۔ کیوں کہ جو حق کی تلاش میں نکلا اور مٹھوکر کھائی، وہ اُس شخص کی طرح نہیں جو باطل کی تلاش میں نکلا اور اُسے پایا۔“

بے شک خوارج کے بعض گروہ تشدد اور تکفیر المسلمين میں بڑے انتہا پسند تھے۔ اور انہوں نے باقی امت کے ساتھ پُرانے باتیں کا طریق زندگی نہ اختیار کیا۔ چنانچہ وہ نیا نہیا ہو گئے۔ اور تاریخ ایسوں کے ساتھ یہی کیا کرتی ہے، لیکن مرورِ ایام سے انہی خوارج میں اباضیہ فرقہ بھی منحصر شہود پر آیا۔ جس کے باہر میں مصنف نے لکھا ہے:-

”فرقہ اباضیہ والوں نے نہایت عمدہ فضہ مرتب کی۔ ان میں ممتاز علماء دین پائے جاتے تھے موجودہ مصری قانون میں مواریث سے متعلق ان کے بعض افکار کو اخذ کی گیا ہے“

اسی فرقہ کے متعلق موصوف مزید لکھتے ہیں اے۔ ”یہی فرقہ خارجیوں میں معتدل تھا۔ اور غرور رائے میں عالمہ مسلمین سے زیادہ قریب ہے لوگ غلو اور انتہا پسندی سے بالکل الگ تھے۔ میانز روی اور اعتدال و توسط ان کا شعار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کے بعض اطراف میں یہ اب تک موجود ہیں۔“

شیخ ابوذر ہر نے اپنی اس کتاب کی عمارت اس بنیاد پر اٹھائی ہے کہ ”مسلمانوں کے بیان دین کے انحصاری و اساسی مسائل میں کبھی اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ اختلاف جو تھا وہ اعتقادی“

سیاسی اور فقہی مسائل میں تھا۔ مصنف کا یہ نقطہ نظر بڑا صحت مند اور خوش آئندہ ہے چنانچہ خود تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو فرقے دین کے اصولی و اساسی مسائل میں جھوہنے سے بہت عمدہ چلے گئے، یا تو وہ مٹ گئے یا گناہ ہو کر رہ گئے یا ان کو واپس دین کے اصولی و اساسی مسائل کے قریب قریب آنا پڑا۔ یہ عمل برابر جاری رہا، اب بھی جاری ہے، اور اسی وقت تاریخ کے جو تقاضے ہیں اور آئندہ جو تقاضے ہوں گے، وہ اس عمل کی رفتار کو اور بھی تیز کریں گے۔

سب سے پہلے مصنف نے سیاسی فرقوں کا ذکر کیا ہے، جن میں وہ شیعہ، خوارج اور اہل سنت کو شامل کرتے ہیں۔ معرفت چوں کہ خود آہل الذکر فرقے سے ہیں۔ اس لئے شیعوں کے مختلف فرقوں کے بیانِ حال میں شاید ان کا نقطہ نظر شیعوں کے لئے زیادہ قابل قبول نہ ہو، لیکن اکثر جگہ انہوں نے کوشش کی ہے کہ وہ شیعوں کے اصول و عقائد کے تشریح ان کے ہی سلسلہ نہ رکھوں کی کتابوں سے کریں۔

فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے ہاں امام کے منصب کی اہمیت ہے، مصنف نے اس باتی میں علام شیخ محمد حسین آل کاشف الخطاء کا ایک اقتباس دے کر اس کا لالب لباب یہ دیا ہے:-
۱۔ بنی کریم نے آئمہ کو جو آپ کے اوصیاء بھی تھے، شریعت کے اسرار بتاویتے تھے۔ آپ نے زمان و مکان کے تقاضے سے ان میں سے بعض اسرار بیان فرمادیتے اور بعض آئمہ کو بطور امانت تفویض کر دیتے تھے کہ حب ضرورت ان کو لوگوں پر مشکلف کر دیں۔

۲۔ اوصیاء کے اوال شریعتِ اسلامیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ یہ آئی حضرت کی تفویض کردہ امانت ہیں۔ اور ان کا مصدر و مأخذ آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔

۳۔ آئمہ نصوصی عاملہ کو مخصوص اور مطلق کو ممکنہ کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد شریعتِ مرتضیٰ کی کتاب الشافی کا یہ خالد دیا ہے:-

”.....جب امام کی ضرورت مسلم ہو گئی تو یہ بھی تسلیم کرتا پڑے جا کہ امام معمصوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ اگر اس کی عصمت کو تسلیم نہ کیا جائے تو دین میں خطا کا اونا لازم آتا ہے.....“

اگر مصنف اسی پر مستعار کرتے تو اسی طرح شیعہ علماء کی کتابوں سے ان میں اصول و عقائد پیش

کیا جائے تو دین میں خطا کا اونا لازم آتا ہے.....“

کر دیتے تو بحث کا اندازِ عملی معمودی رہتا۔ اور یہ مفہوم کی کتاب بہ نعمتی، لیکن انہوں نے امامیہ کا ذکر کرنے کے بعد آفرینیں یہ بھی لکھ دیا تھے۔ امام کی شخصیت کے متعلق شیعہ امامیہ کے بلند پانگ و عادی قطعی طور پر بے بنیاد ہیں۔ اور ان کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ البتہ ان کے بخلاف کے دلائل موجود ہیں..... شیعوں کے مختلف فرقوں کی طرح انہوں نے خوارج کے جملہ فرقوں کا ذکر کیا ہے، اور خلافت کے بارے میں ان کے نقطہ نظر بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد خلافت کے مسئلے میں مسک کچھوراً ان الفاظ میں پیش کیا ہے:-

"یہ ان لوگوں (رشیعہ اور خوارج) کے افکار و آراء کا تنگرہ تھا، جو راہِ لاست سے محرف ہو گئے جبکہ تو سط واعتدال کی راہ پر گامزن تھے اور رحیمیت مجبوری اس بات میں متحداً الخیال تھے کہ خلیفہ قریش میں سے ہونا چاہیئے"

یہ مسلک جسے مصنف نے مجبور کامسک اور تو سط واعتدال کی راہ قرار دیا ہے، اس سے بعد میں جو خرا بیان پیدا ہو میں۔ اور آگے چل کر اس نے جس طرح جبکہ میں سیاسی شعور ہی ختم کر دیا، مفروضی تھا کہ مصنف اس پر بھی روشنی ڈالتے۔ اس مضمون میں انہوں نے بعض روایات ذکر کر دی ہیں جو ایک دوسرے کی صدیوں اور لپیں۔

یہ تو بحث تھی سیاسی فرقوں کی، اس کے بعد اعتقادی فرقوں کا ذکر ہے، جن میں سے مصنف کے نزدیک مشہور ہیتے، جو یہ تدریجی، مرتبہ، متعذرہ، اشاعتہ، ماتریدیہ، سلفیہ یا حلبلیہ۔ مسلمانوں میں اعتقادی بحثوں کے محکمات کیا تھے؟ مصنف نے مختصر ان کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے مسئلہ تقدیر پر بخشیں شروع ہوئیں۔ اس مضمون میں فرماتے ہیں کہ مذہب کام کرنی نقطہ یقیناً کا بندے سے افعال کی نفی کر کے انہیں ذات خداوندی کی طرف فسوب کر دیا جائے۔ کیونکہ بندے میں استطاعت نہیں پائی جاتی۔ وہ تعلیم افعال میں مجبور مغض بھی ہے، زادس میں قدرت پائی جاتی ہے زادروہ اور زاد اختیارت اس کے رد عمل میں تدریج پیدا ہوئے، جو کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان سب کام اپنے ارادہ و اختیار سے کرتا ہے اور خدا کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مصنف نے ایک بھی بات یہ لکھی ہے کہ جہری کے باñ جہنم پر صفویان اور تقدیری کے مبنی معہد

دونوں کے دونوں سیاست میں حصہ لیتے تھے، اور ان کے قتل میں عقیدہ کے علاوہ، اس امر کا بھی خل تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں میں باہم قتل و غارت کا ورثہ شروع ہوا، تو اس کے نتیجے میں ان کے ان پیشین بھی اٹھیں کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھوں خود مسلمانوں کا خون بھاہے کیا۔ انہیں ہم مسلمان ہی کہیں گے؟ خوارج مرتکب کبار کو کافر قرار دیتے تھے، اور ان کے خلاف جہاد کرنے اور فرض سمجھتے متعزز کرتے تھے کہ اُسے مون تو نہیں، البتہ مسلم کہہ سکتے ہیں جس بصری اور تاجیں کا ایک گزدہ اُسے منافق تصور کرتا تھا۔ جب ہر سلمیں کہتے تھے کہ وہ گناہ کار مولیں ہے۔ اس کا معاملہ خدا کے پرورد ہے۔ اگرچہ، اُسے عذاب دے اور اگرچا ہے تو معاف کر دے۔

مصنف لکھتے ہیں کہ اس دور میں مرجبہ پیدا ہوئے جنہوں نے اس امر کا ثابت کیا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کوئی ضرر نہیں پہنچا جس طرح کفر کی موجودگی میں طاعات و عبادات بے اثر ہیں تا یہ تو وہ مرجبہ تھے جو قدرے انتہا پسند تھے، لیکن یہ قول مصنف بعض مرجبہ یہ بھی کہتے تھے کہ مرتکب کبار کا معاملہ خدا کو تغولیض کر دیا جائے۔ یہ بڑی حد تک جہور اہل سنت کے ہمبا تھے.....“ امام ابوحنیفہ کو اسی نتا پر بعض لوگوں نے مرجبہ کہا تھا۔ بہت سے اور ائمہ فقہہ و حدیث بھی اسی بات کے قائل تھے۔

مسلمانوں کی باہمی تکفیر و منافرتوں کے اُس زمانے میں جب اس کی وجہ سے امت کا شیرازہ پاڑ پڑا، پورا ہاتھا اور سیاسی اختلافات نے مدد بھی لڑائیوں کی شکل اختیار کر لی تھی، اس عقیدہ کا جہور مسلمانوں کا مسلک بننا کا من تال لاء الله الا الله فقد دخل الجنة يعني مرتکب کبار سے مسلمان کو کافر و جنہی نہیں قرار دینا چاہیے، ایک بہت بڑا اتحاد پرور زندگی بخش اور صلح جویا نہ اقلام تھا۔ اور اس نے ملت کو زیادہ سے زیادہ محظی رکھا۔ یہ مرجبیت، اگر اسے مرجبیت کہا جاتا ہے، مصنف کے نزدیک مرجبیت سنت ہے۔ اور محمد بن و فضیلہ کی ایک کثیر جماعت اس ذمہ میں اُخْلَہ ہے: زیرِ نظر کتاب میں متعزز، اشعار، ماتریدیہ اور سلفیہ یا خبلیہ پر بڑی مفصل بحث ہے۔ اور بحث بڑی ہی پُرانے معلومات اور عالمانہ ہے۔

متعزز کی نظری تحریک کن حالات میں اُبھری۔ ان کے کیا اصول و مقتانہ تھے؟ شیخ البوزہرو نے انہیں بیان کرتے ہوئے بعض متعزز علماء کے اتفاقیات بھی رویے ہیں۔ مثلاً ادب کا مشہور

امام جاحظ، جس کا شمار علی مقتولہ میں ہوتا ہے محدثین و فقہاء کے بارے میں کہتا ہے:-

"اصحاب حدیث اور عوام سرتاسر مقتولہ میں عقلی دلائل کے مقابلے میں تقدیم انہیں زیادہ مرغوب ہے۔ حالانکہ ازرو نے قرآن وہ مجموع ہے۔ باقی رہا ان حضرات کا یہ کہنا ہم میں عبادت گزار اور زاہد و متقي لوگ پائے جاتے ہیں، تو جہاں تک عبادت گزاری کا تعلق ہے صرف ایک فرقہ خوارج کے عبادت گزار ان حضرات کی پوری جماعت سے تعداد میں زیادہ ہیں....."

مختزلہ اور ابی سنت والجماعت کے درمیان ایک بہت بڑا مابہ النزاع مسئلہ قرآن کے منقول یا غیر منقول ہونے کا تھا۔ مصنف نے اس سلسلے میں فریقین کا نقطہ نظر دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ مقتولہ اس پر کیوں نہ صریحت کر قرآن کو غیر منقول مانا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ چون کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ کو حکمة اللہ کہا گیا ہے۔ اور اگر قرآن کو بحیثیت اللہ کے کلام کے غیر منقول اور تدیم مانا جائے، تو عیسائی اس سے حضرت عیسیٰ کے تدیم اور غیر منقول ہونا ثابت کرتے تھے۔ اور مصنف نے ان کے اس استدلال کا تاریخی حوالہ بھی دیا ہے۔ مصنف کے الفاظ میں ہے: "..... مقتولہ کا گمان خاکہ قرآن کے بارے میں محدثین کا زاویہ نگاہ بھیجئے وہی ہے، جیسا انصاری کا عقیدہ میسح کے بارے میں۔ دونوں میں کے سے کوئی فرق ہی نہیں۔ علاوه ازیں اس سے تعددِ قدماء بھی لازم آتا ہے۔ نیز یہ قبا حصہ حملہ آتی ہے کہ ذات باری کی طرح قرآن بھی متدم ہے۔ جب مقتولہ کے افسکار و آزادی ہیں تو ان کا یہ موقف اسلامی غیرت و خودداری کا آئینہ دار ہے اور اس کا حکم جذبہ ایمان والیقان ہے۔" لیکن مختزلہ نے عباسی خلفاء کے بل پر محدثین سے اپنا یہ مخصوص عقیدہ منوانے کے لئے ان پر جو بے جاستیاں کیں، مصنف نے ان کا بھی ذکر کیا ہے، اور بعد میں جب ہور کامقتولہ کے خلاف جوش دید رہ عمل ہوا، اُسے بہت حد تک حق بجانب بتایا ہے۔

مصنف کے نزدیک مختزلہ کے افسکار کا خلاصہ یہ ہے:-

"وہ حکمیتے اسلام تھے۔ انہوں نے اسلامی عقائد کا مطابع عقل و فکر کی روشنی میں کیا۔ عباسی خلافت کے شروع میں (منصور اور مہدی کے عہد میں) الحاد و زندقة کا جو طوفان اٹھا یہ مختزلہ ہی تھے، جنہوں نے اُس کا مقابلہ کیا۔ وہ امر بالمعروف اور نهي عن المکر پر عامل تھے، بلاشبہ مقتولہ میں علمی و منکری شذوذ پایا جاتا ہے، مگر عقل سے کام لینے والوں کے ہاں یہ بتا

ہی ہے۔ وہ اثباتِ عقائد میں عقل پر اعتماد کرتے تھے تاہم قرآن سے بھی مدد لیتے تھے۔ السبتو وہ عقائد کے معاملے میں حدیث سے استدلال نہیں کرتے تھے۔

معترزلہ کے خلاف جو فکری رو عمل ہوا، اس نے اشعریت کی صورت اختیار کی۔ اس رو عمل کے محکمات اور اشعریت کے بانی امام اشعری کے حالات بیان کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں،

”ashrī mutazilah ke tarbiyat yafta thay. anhūn nay mutazilah hi ke tanzīha استدلال کو اپنایا۔ اور اس طرح عقل سے منقولات کو ثابت کیا۔ ماتریدیہ اشعریوں سے زیادہ معتزلہ کے قریب تھے شاعرہ کے نزدیک اشیاء میں ہر سے سے کوئی حسن ذاتی نہیں۔ اس کے بعد ماتریدیہ اشیاء میں حسن ذاتی کو مانتے ہیں۔ مصنف کے الفاظ میں، ماتریدیہ کے ملک پر عقیدت کی گہری چھاپ ہے بخلاف اذیل اشاعرہ نقی دلائل کی چادر یا واری میں محسوس رہتے ہیں اشاعرہ کا مقامِ محدثین و فقہاء اور معتزلہ کے بین بین ہے۔ جب کہ ماتریدیہ کا درجہ معتزلہ اور اشاعرہ کے درمیان ہے۔“

سلفیہ بن کی نمائندگی مصنف کے نزدیک امام ابن تیمیہ کرتے ہیں، عقائد اور آن کے دلائل کا مانند صرف فضولی شرعیہ کو مانتے ہیں اور اس میں عقل پر مجبود سہ نہیں کرتے۔ مصنف کا کہنا ہے، علماء سلف کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ عقلی و منطقی اسالیب بیان دین اسلام میں بد شیعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آن کے ہاں عقل نقل کے سچھے پیچھے چلتی اور اُسے تائید خبیث ہے۔ وہ براہ راست عقل سے استدلال نہیں کرتے۔

جدید فرقوں کے ذیل میں مصنف نے دو بیرونی، بہایہ اور قادیانیہ کا ذکر کیا ہے اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ وہ آخوند الذکر دونوں فرقوں کو تعاریق ادا اسلام قرار دیتے ہیں۔ دو بیرونی خطبوہ کی انہوں نے بڑی محتوی و جگہ بتائی ہے۔ فکری جو دکا دور دورہ تھا، انگریج مجتہدین کے اقوال کو غیر مبدل سمجھا جاتا تھا۔ بدعتات عام تھیں۔ بذرگوں کی قبور سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ ان حالات میں دو بیرونی تحریک اٹھی اور اُس نے ان بدعتات کی مخالفت کی۔ اس تحریک میں بعض معمولی معمولی امور میں جو شدت پائی جاتی تھی۔ اور آن سے انحراف پر وہ دوسرے مسلمانوں کو مشرک کہتے تھے۔ مصنف نے اس پر نکستہ چینی کی ہے۔

بے شکت اسلامی مذہب یعنی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے ساتھ اس کتاب میں بہت سامنہ ملی موارد جمع کر دیا گیا ہے۔ اور مصنف نے اہل سنت کے علاوہ دوسرے فرقوں کے حالات بیان کرنے میں کافی غیر جائز لاری اور انصاف بر تابے نیز اس مباحثے میں ان کی نظر و سیع جعلی ہے اور گہری بھی۔ اور دوسرے فرقوں کی اچھائیں قائم کرنے میں زیادہ بخشنہیں کرتے۔ مثلاً فرقہ اسماعیلیہ کی بالتفہیت پر اعتراض کرتے ہوئے وہ رسائل اخوان الصفاۃ کو عام علماء اہل سنت کی طرح مردوقدار نہیں سمجھتے۔ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں۔ یہ رسائل بڑے مفید علمی معلومات پر مشتمل ہیں اور ان میں بڑے عجیب نہ صرف پر خجال آلاتی کی گئی ہے۔ اسی طرح امامیہ اشاعتہ عشرہ کے ذکر میں مصنف نے خود ان کی مسلمہ کتابوں سے ان کے بنیادی اصول و عقائد نقل کئے ہیں، سو ائے آخری پہرے کے جس کی طرف ہم نے اور پہاشارہ کیا ہے۔ اگر مصنف اس پہرے کو نہ لکھتے تو اچھا تھا۔ — خوارج کے بخشنہ یا نہ رحمات اور ذہبی تشذیب کے ساتھ ساتھ ان کے خلوص و تقویٰ اور ایثار و فربانی کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس اسلامی اندازہ فرقے کے تھی الوسح ایک توانان تصویر کیسینے کی گوشش کی ہے۔ اسی طرح معتبرہ، اشاعتہ، ماتریدیہ اور سلفیہ کے نقطہ نظر کو میں جملہ پوری علمی میانت سے بڑی کیا ہے۔ — یوں تو مصنف نے ہر فرقے کے مطہر میں آنے کے محاذات اپا۔ بیان کئے ہیں۔ اور مرد رایام کے ساتھ ساتھ لوگوں میں نکرو و نظر اور عمل میں اختلاف کا ہذا افطری تسلیم کیا ہے لیکن ان اختلافات کے سچے چوپی سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور ملکی و دینی محاذات کام کر رہے تھے۔ ان کا بالکل ذکر نہیں کیا، اگر ان کا بھی ذکر ہو جاتا تو فرقوں کے مالودا معاہدیہ سمجھنے میں بڑی آسانی ہوتی۔ — بات دراصل یہ ہے جیسا کہ تو مصنف نے شروع کتاب میں لکھا ہے۔ اسلامی سیاست دین سے کوئی الگ چیز نہیں۔ بلکہ دین ہی اس کا مغزا و قوام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی مذہب کے اصول و مبادی کا مرکز و محرک یہ ہے دین اسلام ہی رہا۔ اب ہوا یہ کہ اکثر دیشتر احتلافات سیاسی مقاصد کے حصول کے تحت وجود میں آئے لیکن ان کا عملی اظہار ذہبی فرقوں کی صورت میں ہوا۔ کیونکہ اسلام میں دین اور سیاست ایک تھی۔ چنانچہ ذہبی فرقوں کی صحیح تاریخ ان کے سیاسی پیش منظر سیاسی یہاں اقتصادی، سماجی اور ملکی و دینی سب امور پر شامل ہے اسی میں تکمیل جا سکتی ہے، اس کتاب میں اس کی کمی ہے۔ ترجمہ بڑا صاف اور دو ایں ہے، طباعت و کتابت بھی اچھی ہے، اور کتابت کی خطاطی ہمیں کہیں نظر نہیں آئی۔ اور یہ ایڈو کتابوں میں ایک غیر معمولی بات ہے۔ ایڈو میں اس کتاب کا شائع ہونا اسلامی تاریخی ادب میں ایک اچھا و مفید اضافہ ہے۔ — ضمانت ۳۲۰ صفحات۔ قیمت ۹ روپے ہے۔ (م۔س) ॥